

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين و صلي الله علي سيدنا محمد و آله الطاهرين

ہماری گفتگو اس میں تھی کہ کیا مؤمن اور کافر کے قبض روح میں فرق ہے یا کوئی فرق نہیں ہے؟ موت کی سختیاں سب کے لئے ہے؟ کہ ہم یہ بتائیں کہ خود موت اور موت میں حقیقی طور پر کچھ سختیاں اور پریشانیاں ہیں، اور وہ عام ہے، انبیاء اور غیر انبیاء سب اس میں شامل ہیں، سبھی کوان سختیوں کو تحمل کرنا پڑے گا، چونکہ خود موت کی حقیقت میں ایسی خصوصیت ہے، لیکن ان سختیوں کے بعد دوسری مشکلات میں درجات کے لحاظ سے مختلف ہیں کہ سب سے زیادہ سختیاں اور مشکلات کفار، منافقین، مشرکین اور ظالمین کے لئے ہے۔

بیان ہوا کہ قرآن کریم میں کافروں، مشرکوں اور منافقوں کی نسبت "يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ" ذکر ہوا ہے کہ اس آیت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ موت کی اصلی سختیوں کے اور مشکلات کے علاوہ ان کے لئے چہروں اور سرینوں پر مارنا بھی ہے، "الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ" اگر اس آیت کو اسی طرح معنی کریں جس طرح علامہ طباطبائی اور مشہور نے کیا ہے کہ طیبین کو متقین کے لئے صفت قرار دیا ہے یعنی متقین طیب طور پر دنیا سے جاتے ہیں، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مؤمن کے قبض روح کی کیفیت کے بارے میں قرآن کریم میں کوئی مطلب بیان نہیں ہوا ہے "وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ"۔

ان آیات کریمہ سے جو نتیجہ ہم لیے سکتے ہیں یہ ہے کہ موت ایک ایسی حقیقت ہے جس میں سختیاں اور بے ہوش ہونا ہے، اور یہ سختیاں اور بیہوشی سب کے لئے ہے "سكرة" سختی کے معنی میں ہے، سكرة الموت یعنی موت کی سختی، مجمع البحرین میں سكرة الموت کا یوں معنی کیا ہے "أى شدة التي تغلبه وتغير فهمه وعقله" یعنی موت کی خود اپنی ذاتی سختیاں ہیں اور وہ یہ ہے کہ اسے حیران و سرگردان کرا دیتا ہے، یہ سب کے لئے ہے، ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ مومنین اور انبیاء کے لئے نہیں ہے، بلکہ یہ سب کے لئے ہے۔

مستی کے بہت سارے مصادیق ہیں، یہاں پر مستی سے مراد یہ ہے کہ وہ کسی چیز کو سمجھ نہیں سکتا، اسے معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں آیا ہے؟ حیران اور سرگردان ہے۔

قبض روح کی خود اپنی ایک حقیقت ہے کہ سختی اور مشکلات اس کا لازمہ ہے، جس طرح بخار کی ایک حقیقت ہے، اب اس میں فرق نہیں کہ وہ بخار ہونے والا مؤمن ہو یا کافر، اس میں انسان کے اندر کا درجہ حرارت زیادہ ہوتا ہے، ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ اگر انبیاء کو بخار ہو تو ان کے بدن کا درجہ حرارت زیادہ نہیں ہوتا! بلکہ بدن کا درجہ حرارت زیادہ ہونا بخار کی حقیقت ہے، آیت کریمہ کا ظاہر یہ ہے کہ "سكرة الموت" یعنی موت کی بیہوشی ہے اور یہ سب کے لئے ہے۔

پس پہلا نکتہ یہ ہے کہ سورہ نحل کی آیت میں طیبین کا وہ معنی کریں جسے ہم نے بیان ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ خداوند متعالی نے کافروں اور منافقین کی قبض روح کی کیفیت کو بیان کیا ہے اور مومنین کی قبض روح کی کیفیت کو بھی بیان کیا ہے، لیکن اگر ہم وہاں مشہور اور علامہ طباطبائی کی طرح معنی کریں تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں مومنین کی قبض روح کی کیفیت کو بیان نہیں کیا ہے، صرف کافروں اور منافقوں کی سختیوں کو بیان کیا ہے کہ ان کے لئے (يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ) ہے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ ایک عمومی قانون کے مطابق خداوند متعالی نے یہ فرمایا ہے کہ موت کی سختیاں ہے (لیکن کافروں کے لئے اس کے علاوہ (يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ) بھی ہے، یعنی ان کے لئے یہ اضافی عذاب ہے، البتہ ممکن ہے کہ ہم یہ بتائیں کہ یہ سكرة الموت کے بھی مختلف درجات ہیں، لیکن ایسا نہیں ہے کہ کسی کے لئے سكرة الموت نہ ہو، اگر سكرة الموت نہ ہو تو موت ہی نہیں ہے، جس طرح ہم بولتے ہیں کہ کسی چیز کی ذات اس سے قابل انفکاک نہیں

ہے ، اگر ہم سکرۃ کو موت کا ذات بتائیں جس طرح حرارت بخار کا ذات ہے تو اس صورت میں ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ بخار ہے لیکن اس کا بدن گرم نہیں ہے ۔

نوٹ: بعض روایات میں ہے کہ میت کی آنکھیں کھلا کھلا رہ جاتا ہے وہ اپنے ارد گرد دیکھنا چاہتا ہے ، اپنے عزیزوں کو دیکھنا چاہتا ہے تا کہ انہیں بلائیں لیکن اس وقت اس کے اندر یہ قدرت بھی نہیں ہوتی ۔

یہاں پر ایک علمی مطلب یہ ہے کہ : اگر قرآن کریم کی کوئی آیت دلالت کرے کہ موت کے لئے سکرۃ ہے ، لیکن کوئی روایت میں یہ بیان ہو جائے کہ مومن کے لئے سکرۃ نہیں ہے ، یہاں پر یہ عام و خاص اور اطلاق اور تقیید کے بحث میں سے ہوگا ، کیا یہاں پر یہ قانون جاری ہوگا یا نہیں ؟ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اصول کی کتابوں میں عام و خاص لے بحث میں اس بارے میں بحث نہیں کی ہے ، لیکن ہم نے اس بارے میں بحث و گفتگو کی ہے کہ کیا جس طرح باب احکام خبر واحد حجت ہے ، کیا اسی طرح خبر واحد آیات قرآن کی تفسیر کے طور پر حجت ہے یا نہیں ؟ بعض جیسے آقای خوئی قدس سرہ ، ہمارے مرحوم والد رضوان اللہ علیہ اور ہم بھی ان کے اتباع کرتے ہوئے یہ بتاتے ہیں کہ خبر واحد کی حجیت صرف حکم شرعی کے بیان سے مخصوص نہیں ہے ، بلکہ اگر کوئی خبر واحد کسی آیت کا معنی بیان کرے ، کسی آیت کی تفسیر میں کوئی خبر واحد نقل ہو جائے تو یہ خبر بھی حجت ہے ، لیکن بعض جیسے مرحوم علامہ طباطبائی وغیرہ کا نظریہ یہ ہے کہ حجیت خبر واحد کی دلیلیں صرف وہاں کے لیے ہے جہاں کسی احکام شرعی کو بیان کر رہا ہو ، اور آیت کو بیان کرنے والی خبر واحد ان ادلہ میں شامل نہیں ہے ، اسی لیے ہے کہ تفسیر المیزان میں اگر کسی آیت کو معنی کرنا چاہئے تو کسی روایت کو نقل نہیں کرتا ہے ، بلکہ قرآن کو خود قرآن کے ذریعہ معنی کرتا ہے ، اور تفسیر بیان کرنے کے بعد آخر میں "بحث روائی" کے عنوان سے روایات کو تائید کے طور پر ذکر کرتا ہے لیکن حجیت کے عنوان سے ذکر نہیں کرتا ۔

یہی بحث یہاں پر ہے کہ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ موت کے لئے سکرۃ ہے ﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾ اب اگر ہمیں بعد میں کوئی ایسی روایت ملے جس میں یہ بتایا گیا ہو کہ مومن کے لئے سکرۃ نہیں ہے ، کیا یہ روایت اس آیت کا مخصص ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ کیا عام و خاص کے قانون اور اطلاق و تقیید کے عمومی قانون کو ان جیسے آیات اور روایات جو کسی شرعی حکم کو بیان کرنے کے لئے نہیں ہے جاری کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ آپ کو معلوم ہے کہ تخصیص کا اصلی ملاک اور معیار خود عقلاء ہیں ، اگر کسی نے کہا ان تمام قالینوں کو لے جاؤ ، اور دو دن بعد آکر بولے کہ اس ایک قالین کو نہیں لے جانا ، عقلاء کہتے ہیں کہ یہ پہلے بیان کا مخصص ہے ، اسی کو ہم اس اعتقادی بحث میں جاری کرنے میں کیا مشکل ہے ، اگر ہمیں کوئی روایت ملے جس میں یہ بتایا گیا ہو کہ مومن کے لئے سکرۃ الموت نہیں ہے ، تو اسے مقید قرار دینا چاہئے ، اور یہ اسی آیت کریمہ کے لئے مخصص ہوگا ۔

جب ہم روایات پر نظر ڈالتے ہیں تو بعض روایات سے یہی استفادہ ہوتا ہے کہ سکرۃ الموت سب کے لئے ہے اور یہ کسی خاص گروہ سے مخصوص نہیں ہے ، ایک روایت یہ ہے "لَمَّا حَزَرَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْوَفَاةَ بَكِيَ" جب امام حسن علیہ السلام کے وفات کا وقت قریب ہوا اس وقت آپ نے گریہ فرما رہے تھے «فَقِيلَ يَا بَنَ رَسُولِ اللَّهِ أَتُبْكِي وَ مَكَانَكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ (ص) مَكَانَكَ الَّذِي أَنْتَ بِهِ وَقَدْ قَالَ فَيْكَ رَسُولُ اللَّهِ (ص) مَا قَالَ وَقَدْ حَجَّجْتَ عَشْرِينَ حَجًّا مَاشِيًا وَقَدْ قَاسَمْتَ رَبَّكَ مَالِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ حَتَّى النَّعْلِ وَالنَّعْلِ» سائل نے امام حسن علیہ السلام سے عرض کیا : آپ کیوں گریہ کر رہے ہو؟ سب سے پہلے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے نزدیک آپ کی قدر و قیمت اور عزیز ہے ، اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ رسول اکرم نے آپ کے بارے میں کیا فرمایا ہے ، آپ اور آپ کے بھائی کے بارے میں فرمایا : «الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ» اور آپ ۲۰ بار پیدل حج کر چکے ہیں «قَاسَمْتَ رَبَّكَ مَالِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ» تین بار آپ اپنی پوری مال و منال کو غرباء اور مساکین میں تقسیم کر چکے ہیں ، ان سب کے باوجود آپ کیوں گریہ کر رہے ہیں؟ «فَقَالَ (ع) إِنَّمَا أَبْكِي لَخَصْلَتَيْنِ لِحَوْلِ الْمَطْلَعِ وَ فَرَاغِ الْآحِبِّ» آپ نے فرمایا : میرا گریہ ان مطلع گرفتاریوں اور مشکلات کی خاطر ہے ، "حول المطلع" سے مراد آخرت ہے یعنی قیامت ، قیامت کو مطلع کہتے ہیں چونکہ انسان اپنے کاموں سے باخبر ہوتا ہے ، «الَّذِي يَحْصُلُ الْإِطْلَاعُ عَلَيْهِ بَعْدَ الْمَوْتِ» جب تک موت واقع نہ ہو جائے قیامت کے بارے میں کوئی اطلاع پیدا نہیں کر سکتے ، حول مطلع کا معنی یہ ہے کہ خود موت ایک حقیقت ہے کہ اس سے انسان قیامت کے بارے میں اطلاع پیدا کرتا ہے ، امام فرماتا ہے کہ میں اس کی سختیوں کی وجہ سے گریہ کر رہا ہوں ! اگر حول مطلع سے مراد صرف قیامت کے دن کا حساب و کتاب ہو تو

اس صورت میں ہماری بحث سے اس کا کوئی ربط نہیں ہے، لیکن اگر مطلع سے مراد یہ ہو کہ انسان اوپر سے نیچے کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے، عرب اسے مطلع کہتے ہیں، موت بھی ایسا ہے کہ جب موت واقع ہوتی ہے تو انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ کیا خبر ہے؟ یعنی ہم یہاں یہ بتائیں کہ خود موت ایک ہولناک حقیقت رکھتی ہے۔

اسی باب کے روایت نمبر ۲۷ میں ایک خوبصورت واقعہ بیان ہوا ہے کہ: امام صادق علیہ السلام فرماتا ہے «إِنَّ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ جَاءَ إِلَى قَبْرِ يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا» حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ بن زکریا کے قبر کے کنارے آئے «وَكَانَ سَأَلَ رَبَّهُ عَنْ يَحْيَى لَهُ» اور خدا سے دعا کی کہ حضرت یحییٰ کو زندہ کرے «فَدَعَاهُ فَأَجَابَهُ وَخَرَجَ إِلَيْهِ مِنَ الْقَبْرِ» حضرت عیسیٰ نے دعا کی اور خدا نے بھی اس دعا کو قبول فرمایا اور حضرت یحییٰ قبر سے نکل آئے! حضرت یحییٰ نے حضرت عیسیٰ سے فرمایا «مَا تَرِيدَ مِنِّي» کیوں مجھے قبر سے باہر نکالا ہے کیا کام ہے مجھ سے؟ «فَقَالَ أُرِيدُ عَنْ تَوْسِنِي كَمَا كُنْتَ فِي الدُّنْيَا» جس طرح دنیا میں تھا اسی طرح میرا دوست بن جاؤ، کچھ مدت میرے ساتھ رہو پھر اس کے بعد دوبارہ دنیا سے چلے جاؤ گے «فَقَالَ لَهُ يَا عِيسَى مَا سَكَنْتَ عَنِّي حَرَارَةَ الْمَوْتِ» اس وقت حضرت یحییٰ نے حضرت عیسیٰ سے کہا: اے عیسیٰ ابھی تک موت کی سختیاں میرے روح اور بدن میں باقی ہے اور مجھے آرام نہیں ہے «وَأَنْتَ تَرِيدُ عَنْ تَعِيدَنِي إِلَى الدُّنْيَا» تم چاہتے ہو کہ میں دوبارہ دنیا میں آجاؤں «وَتَعُودُ عَلَيَّ حَرَارَةَ الْمَوْتِ» تا کہ میں دوبارہ موت کی سختیوں کو تحمل کروں؟ یعنی حضرت یحییٰ فرما رہے ہیں کہ خود موت کی اتنی سختیاں اور سکرہ ہے کہ ایک دفعہ متحمل ہوا ہوں یہی کافی ہے، یعنی بہت ہی ہولناک اور مشکل ہے اور وہ بھی حضرت یحییٰ فرما رہے ہیں «فَتَرَكَهُ فَعَادَ إِلَى قَبْرِهِ» اس طرح انہوں نے حضرت عیسیٰ کی باتوں پر کوئی توجہ نہ دی اور دوبارہ اپنے قبر مطہر کی طرف پلٹ گئے، معلوم ہوا کہ خود موت کی اتنی سختیاں ہیں۔

مرحوم مجلسی کا یہاں پر ایک بیان ہے: «لَعَلَّ ذَوْقَ حَرَارَةِ الْمَوْتِ انْما يَكُونُ بَعْدَ اسْتِمْرَارِ تَعْيِشٍ فِي الدُّنْيَا وَ عَوَى التَّعْلُقَاتِ» موت میں کیوں اتنی تپش ہے؟ چونکہ انسان کا بہت سے چیزوں سے تعلقات ہیں اور قبض روح سے مراد ان تمام تعلقات کو توڑنا ہے، حضرت یحییٰ کے کلام میں جو عبارت ہے «مَا سَكَنْتَ عَنِّي حَرَارَةَ الْمَوْتِ» اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بہت وقت گزر گیا تھا تاریخ کو تو ہم معین نہیں کر سکتے کہ حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ سے کتنی مدت پہلے تھے، یقیناً بہت وقت گزرا ہے، لیکن اس کے باوجود فرماتا ہے «مَا سَكَنْتَ عَنِّي حَرَارَةَ الْمَوْتِ» اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان برزخ میں وارد ہونے کے بعد کافی وقت لگتا ہے کہ اس کے بدن سے موت کی تپش ختم ہو جائے، یہ دو روایت ابھی تک اسی چیز کو ثابت کر رہی ہے کہ سکرۃ الموات سب کے لئے ہے، امام حسن کے واقعہ کے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اور اس واقعہ سے بھی۔

ایک اور روایت یہ ہے: «قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَشَدُّ سَاعَاتِ ابْنِ آدَمَ ثَلَاثَ سَاعَاتٍ» انسان کے لئے سخت ترین وقت، تین وقت ہیں، اس میں پھر یہ بیان نہیں کیا ہے کہ کونسا ابن آدم، بلکہ ابن آدم کو مطلق رکھا ہے سب کے سب اس میں شامل ہے، جو بھی ابن آدم ہو «السَّاعَةُ الَّتِي يَعَايِنُ فِيهَا مَلَكُ الْمَوْتِ» پہلا یہ ہے جب انسان کے بدن سے اس کا روح نکل جاتا ہے «وَالسَّاعَةُ الَّتِي يَقُومُ فِيهَا مِنْ قَبْرِهِ وَالسَّاعَةُ الَّتِي يَقِفُ فِيهَا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فَإِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ» دوسرا جب وہ محشور ہوتا ہے، اور تیسرا جب انسان خدا کے حضور محشور ہو گا، اس وقت یا بہشت کی طرف جانا ہے یا جہنم کی طرف «ثُمَّ قَالَ» اس کے بعد فرمایا: «إِنَّ نَجْوَتِ يَابْنَ آدَمَ عِنْدَ الْمَوْتِ فَأَنْتَ أَنْتَ وَإِلَّا هَلَكْتَ» اگر موت کے وقت تم نے نجات پائی تو تمہاری عاقبت اچھی ہے لیکن اگر موت کے وقت مشکل اور سختیوں سے گزراتو تم ہلاک ہو گیا «وَأَنَّ نَجْوَتِ يَابْنَ آدَمَ حِينَ تَوَزَّعَ فِي قَبْرِكَ فَأَنْتَ أَنْتَ وَإِلَّا هَلَكْتَ» جس وقت تمہیں قبر میں رکھا جا رہا ہے اس وقت تم نے اگر نجات پائی تو نجات پائی «وَأَنَّ نَجْوَتِ حِينَ يَحْمِلُ النَّاسُ عَلَيَّ الصَّرَاطَ فَأَنْتَ أَنْتَ وَإِلَّا هَلَكْتَ» اس روایت میں ہماری مورد بحث مطلب یہ ہے کہ العالمین فَأَنْتَ أَنْتَ وَإِلَّا هَلَكْتَ ثُمَّ تَلِي وَ مِنْ وَرَائِهِمْ بَرَزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ۔ اس روایت میں ہماری مورد بحث مطلب یہ ہے کہ قبض روح انسان کے لیے شدیدترین وقت ہے یعنی اس کے لئے سکرۃ الموات ہے اگرچہ وہ انسان ایک اچھا انسان ہو پھر بھی اس کے لئے سکرۃ الموات ہے۔

ایک اور روایت یہ ہے: «عَنْ يَاسِرِ الْخَادِمِ قَالَ سَمِعْتُ الرِّضَا (ع)» امام رضا علیہ السلام فرماتا ہے «إِنَّ أَوْحَشَ مَا يَكُونُ هَذَا الْخَلْقُ فِي ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ» ابن آدم کے لئے سخت ترین زمان اور مکان تین ہیں «يَوْمَ يُولَدُ وَ يَخْرُجُ مِنْ بَطْنِ أُمِّهِ فَيَرِدُ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَمُوتُ فَيُعَايِنُ الْآخِرَةَ وَ أَهْلِهَا وَ يَوْمَ يُبْعَثُ فَيَرَى أَحْكَاماً لَمْ يَرَهَا فِي دَارِ الدُّنْيَا وَ قَدْ سَلَّمَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيَّ يَحْيَى فِي هَذِهِ الثَّلَاثَةِ

المواطن و آمن روعته» فرمایا کہ تین جگہ ایسے ہیں کہ انسان کے لئے شدید وحشت کا مقام ہے پہلا وہاں ہے جب انسان ملک الموت کو دیکھتا ہے، بعد میں فرماتا ہے کہ خداوند متعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا کو ان تینوں جگہوں پر امان دیا «فقال و سلامً علیہ یوم وُلِد و یوم یموت و یوم یبعث حیّ» اس آیت کریمہ کو اس روایت کے ساتھ رکھیں جو حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ کے بارے تھی ، خداوند متعالیٰ کے حضرت یحییٰ کو امان دینے کے باوجود انہوں نے حضرت عیسیٰ سے کہا : «ما سکنت عني حرارة الموت»۔

حضرت عیسیٰ کے بارے میں یہ بھی ہے «وقد سلم عیسیٰ بن مریم علیہ السلام علی نفسه فی هذه الثلاثة المواطن فقال والسلام علی یوم ولدت یوم اموت و یوم ابعث حیّ» کہ حضرت عیسیٰ نے ان تینوں جگہوں کے بارے میں اپنے آپ پر سلام بھیجا ہے، یہ بھی ایک روایت کہ جو دلالت کرتی ہے کہ خود موت کی بہت سختیاں ہیں اور ایسا نہیں ہے کہ بعض افراد کے لئے موت کے وقت کوئی سختی نہ ہو ، موت کی ایک ذاتی سکرۃ اور سختی ہے ۔

ایک اور روایت : «من صام من رجب أربع و عشرين یومہ» پیغمبر اکرم فرماتے ہیں : «فإذا نزل به ملك الموت تراء له فی سورة شاب» جو بھی ماہ رجب میں ۲۴ دن روزے رکھے وہ ملک الموت کو ایک جوان کی شکل میں دیکھتا ہے «علیہ حلۃ من دیباج اخضر» ملک الموت بہشت سے ایک شراب لے کر اس شخص کو دیتا ہے اور سکرات موت کو اس کے لئے آسان کرتا ہے ، سکرات ہے لیکن آسان کرتا ہے ایسا نہیں ہے کہ سکرات موت ہی نہ ہو ، سکرات موت ہے لیکن آسان ہے ، اسی طرح حضرت یحییٰ کے بارے میں جس امان کی بات ہوئی وہ بھی ایسا ہے کہ کچھ آسانی ہوگی لیکن خود سکرات ہے ۔

و صلي الله علي محمد و آله الطاهرين